DOI: https://doi.org/10.52015/daryaft.2022.v14-i01.213

Daryaft

Vol. 14 Issue No. 1 (June 2022)

Journal Home Page: http://daryaft.numl.edu.pk/index.php/daryaft

E ISSN:2616-6038, P ISSN:1814-2885

Comparative Study of Allama Iqbal's Urdu and Persian Composition of ode

Dr. Satar Khan Khattak

Assistant Professor, Department of Urdu, Northern University Nowshera

ABSTRACT

Article History:

Received: February 10, 2022
Revised: April 02, 2022
Accepted: May 10, 2022
Available Online: June 30, 2022

Keywords:
Ode Verses, Amatory Verses, Ghazals, Collection of Poems, Persian Odes, Subcontinent, Bang-E-Dara, Zarb-E-Kaleem, Bal-E-Jibreel, Poetry and Prose

Funding:
This research received no specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Allama Muhammad Iqbal started his poetry from Urdu ode or amatory verses. But very soon he started his poetry in Persian. Iqbal realized that the skirt of Urdu language is very narrow for his ideas and thoughts. He recognized that Urdu is a young inexperienced language. Urdu is spoken, written and reading in a limited part of the subcontinent. On the other hand person is an old and experienced language of the world and is spoken, written and reading in a vast part of the Muslim world. Persian language keeps the most valuable assets of poetry and prose. The Persians odes of Allama Iqbal are found in Piyam-e-mashriq and Zaboor-e-Ajam. Some Urdu odes of Iqbal are found in Bang-e-Dara and Zarb-e-kaleem, but the most important odes are found in his famous book of Urdu poetry named as Bal-e-jibreel. This collection of poems by Allama Iqbal is very important, because what is clearly stated in his Persian odes, is what is indicated in Bal-e-Jibreel. The first part of Bal-e-Jibreel consists of ghazals. Essentially, these ghazals portray the same meaning that the Persian ghazals imply. However, the experimental writing of these ghazals, the sheer talent employed in this book are as climactic in terms of poetry.

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

علامہ اقبال کی اردو اور فارسی غزل گوئی کا تقابلی مطالعہ

ڈاکٹر ستار خان خٹک

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، ناردرن یونیورسٹی نوشہرہ

غزل مشرقی شاعری کی مقبول صنف سخن ہے۔ غزل کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کے مضامین بڑی آسانی سے بیان کیے جاسکتے ہیں دنیااور آخرت کے متعلق ہر قسم کے مضامین کے لیے غزل کے دروازے کھلے ہیں۔ غزل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں اختصار پایا جاتا ہے۔ اردو اور فارسی کے اساتذہ شعرا کو ان کی غزلیات کی وجہ سے شہرت ملی ہے۔ میر، درد، مومن، غالب، حالی، اقبال، حافظ، سعدی، نظیری، اور دیگر شعرا کی غزلوں کے اشعار عوام وخواص دونوں طبقوں کو یکساں ازبر ہیں۔ غزل ہمیشہ سے اہل زبان اور اہل دل کی ایک پسندیدہ اور مقبول ترین صنف رہی ہے غزل کی مخالفت کرنے والوں کو ہر دور میں منہ کی کھانی پڑی ہے۔ اردو اور فارسی شاعری کا ماضی بھی غزل کا تھا۔ مستقبل بھی غزل کا ہے۔

چونکہ اس آرٹیکل میں علامہ اقبال کی اردو اور فارسی غزل گوئی زیر بحث لائی جائیگی اس لیے بات براہ راست علامہ اقبال کی غزل گوئی سے شروع کی جاتی ہے۔ بیسوی صدی نے فکری تناظر میں اردو اور فارسی غزل کو جو انمول تحفہ دیا ہے وہ علامہ اقبال کی غزل کی صورت میں ہے۔ غالب کے بعد اردو غزل کو سب سے زیادہ متاثر کرنے والی شخصیت اقبال کی ہے جنہوں نے نہ صرف غزل کا پورا اسلوب بدل دیا بلکہ اس میں نئی فکری اور معنوی تبدیلیوں کی ایسی خوبصورت ایجادات کیں کہ اس کے بعد اردو کسی نہ کسی صورت میں اقبال سے متعلق نظر آنے لگی بلکہ اقبال کے بعد جتنی بھی فکری تحریکیں چلیں وہ افکار اقبال کے ردو قبول ہی کی مختلف صورتیں تھیں۔

علامہ اقبال نے غزل کو زندگی سے بھرپور توانائی کا ایک جوہر دیا۔ اردو غزل کا لہجہ اقبال سے پہلے شکست خوردہ تھا اقبال نے غزل کو رجائیت کا لہجہ دیا۔ اقبال کی غزل گوئی کی وجہ سے غزل کے نظام فکر میں رجائیت کے حوالے سے جو مثبت رویے منظر عام پر آئے ان سے اردو ادب کے کئی فکری مغالطوں کی اصلاح ہوئی۔ اقبال نے اپنی شاعری کا آغاز اردو غزل گوئی سے کیا تھا۔ پھر کیا وجہ تھی۔ کہ وہ فارسی شاعری کی طرف متوجہ ہوئے۔ اقبال نے عربی اور فارسی زبانوں میں بہت مہارت حاصل کی تھی۔ علامہ نے اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ایران میں مابعد الطبیعات کا ارتقاء کے عنوان کے تحت سے لکھا تھا۔ اس کے لیے انہوں نے فارسی زبان وادب کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اقبال نے شیوہ بیان اور فلسفیانہ اصطلاحات ادا کرنے کیلئے اردو کے بجائے فارسی کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔

علامہ اقبال کی فارسی گوئی کی دوسری بڑی وجہ غالب کی ارادت مندی تھی۔اور مولانا روم کے تلمیذ رشید ہونے کے بھی دعوے دار تھے اس لیے وہ فارسی شاعری کی طرف متوجہ ہو گئے۔

علامہ کی فارسی گوئی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فارسی ایک اہم زبان ہے جس کے ساتھ دنیا بھر کے مستشرقین کی دلچسپی اور وابستگی ہے۔اس زبان میں بیان کیے ہوئے افکار بہت جلد عالمگیر ہو جاتے ہیں اس لیے فارسی کے توسط سے علامہ کے افکار بہت جلد دنیا میں مشہور ہو گئے۔ایک وجہ یہ بھی تھی کہ براعظم ایشیاء میں مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی رہتی ہے اور اس براعظم کے ایک بڑے حصے میں فارسی کا رواج تھا۔لہذا فارسی شعر کے ذریعے اقبال نے مسلمانوں کو براہ راست بیدار کرنے کی کوشش کی تھی۔اقبال نے کئی فارسی اشعار میں اس امر پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ انہوں نے ممالک عجم کو بیدار کیا ساتھ ساتھ وہ افسوس بھی کرتے رہے کہ ممالک عرب ہنوزان کے پیغام سے کماحقہ آگاہ نہیں ہوسکتے۔ایک وجہ فارسی کی شیرینی تھی۔ایک بڑی وجہ فارسی کی بعض لسانی خصوصیات میں جو ترکیب سازی اور اظہار بیان میں عمدہ ومعان ثابت ہوتی ہیں۔آج علامہ اردو کے ایک علالمگیر شاعر کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں مگر ان کے اصل خیالات فارسی اشعار میں ملتے ہیں۔سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے اردو میں کوئی چھ ہزار اشعار لکھے ہیں اور فارسی میں تقریباً نو ہزار اشعار لکھے ہیں اردو میں علامہ نے زیادہ تر قدیم اسلوب اپنایا اور اصناف سخن اور ہیئت شعر کے نئے تجربے بہت کم کیے گئے۔مگر فارسی شاعری میں قدیم اصناف سخن کے ساتھ جدید تر شعری تجربے بھی موجود ہیں اقبال کی اردو غزلیات میں اردو شاعروں کے حوالے اور شاعروں کی تضمین بہت کم ملتی ہیں البتہ اقبال کے فارسی شعری مجموعوں میں کوئی ستر شاعروں کا ذکر رنگارنگ صورت میں ملتا ہے۔علامہ نے کبھی کسی شاعر کا مصرع تضمین کیا اور کبھی کسی شاعر کی ستائش کی یا اس پر انتقاد کیا اتنے شاعروں کا کلام اقبال میں اجتماع علامہ کے فارسی کے حوالے سے وسعت مطالعہ کی دلیل ہے علامہ اقبال کی فارسی غزلیں پیام مشرق اور زبور عجم میں پائی جاتی ہیں۔زبور عجم کے پہلے حصے میں چھیاسٹھ غزلیات ہیں۔اور اس کتاب کے دوسرے حصے میں پچھتر غزلیں ہیں۔پیام مشرق کا تیسرا حصہ غزلیات پر مشتمل ہے۔اس تیسرے حصے کا عنوان ہے مے باقی۔یہ اس مجموعے کا سب سے دلکش حصہ ہے۔پیام مشرق میں ایک غزل دسمبر ۱۹۱۰ء کی اور پھر ۱۹۱۵ سے جو یہ سلسلہ شروع ہوا تو ۱۹۲۲ تک چلا گیا۔ پیام مشرق ۱۹۲۲ء میں چھپ گئی تھی۔ زبور عجم کی غزلوں کا تعلق ۱۹۲۳ سے ۱۹۲۶ تک کے عرصے سے ہے زبور عجم جنوری ۱۹۲۷ میں مکمل ہو گی تھی۔

زبور عجم کی غزلوں کو بحضور آدم اور بحضور یزدان دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اور انہیں غزلیات نہیں بلکہ غزلیات کے عوافق یعنی الگ الگ غزل نما ٹکڑے قرار دیا ہے۔ گویا علامہ کے ذہن میں دونوں حصوں میں بیان کی جانے والی غزلوں کا مضمون اور قافیہ ایک تھا جو الگ الگ ٹکڑے میں پیش کیا گیا۔اِس اعتبار سے دیکھیں تو ان کے

نزدیک ان کی غزلیں عام فارسی روایتی غزل سے مواد اور مقصد کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ لہذا وہ اپنے آپ کو عام غزل نگاروں سے مختلف جانتے تھے ایک شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتمس ہے۔

ے
من اے میر اُمم داد از تو خواھم
مرا یاراں غزل خوانِ شمر دند[۱]

علامہ یہ بھی فرماتے تھے کہ وہ غزلوں میں اپنا سوزِ دل شامل کر رہا ہے یعنی یہ غزل سراپا تپش ہیں وہی لوگ اِن غزلیات سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں جو خود دل جلے ہیں اور جن کی سوزش خام ہے ان کے لیے دعا گو ہے ان کو یہ غزلیں ساز گار آئیں:

ے
تو جوان خام سوزے سخنم تمام سوزے
غزلے کہ می سرایم باتو ساز گار بادا[۲]

علامہ کی غزلیں عام فارسی غزل خوانوں سے بالکل مختلف ہیں۔ زبور عجم اور پیامِ مشرق کی غزلوں میں ایک فرق یہ ہے کہ زبورِ عجم میں آہنگ مولانا روم کا حصہ زیادہ نمایاں ہے اور پیام مشرق میں آہنگ حافظ شیرازی اور نظیری نسبتاً زیادہ کار فرما ہے۔ زبورِ عجم کی غزلوں میں نغمگی اور متانت کے ساتھ ساتھ فکری بلندی پیام مشرق کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

اقبال فارسی غزلوں سے اور فارسی شاعری کی شعری روایت سے اچھی طرح آگاہ تھے اور یہ آگہی انہیں فارسی شاعری کے گہرے مطالعے کے باعث حاصل ہوئی تھی۔ فارسی کے وہ قادر الکلام شاعر تھے۔ فارسی غزل کے گہرے مطالعے کا اندازہ ان فارسی شعراء کے اسمائے گرامی سے ہو جاتا ہے جو اقبال کی غزلیات فارسی میں ضمنی طور پر یا تضمینی طور پر آئے ہیں ان میں فردوسی ،انوری ،سعدی، حافظ، رومی اور نظامی ،امیر خسرو، بیدل، جامی خاقانی، منوچہری، صائب، عرفی ،عطار، مرزا غالب ،ناصر خسرو اور غنی کاشمیری جیسے صف اول کے مقبول و معروف شعراء شامل ہیں۔ بلکہ ان شعراء کے کلام پر بھی تضمینیں ملتی ہیں جن کا ذکر صرف تذکروں میں آیا ہے مثال کے طور پر انیس شاملو رضی دانش، ملا عرشی ملک قمی اور عزت بخاری وغیرہ شامل ہیں ان سب شعراء کا کلام اقبال کی نظر سے گزار تھا لیکن علامہ نے فارسی غزل گوئی میں جن شعراء سے اثر لیا ہے ان میں حافظ، نظیری ،روحی ،امیر خسرو، فغانی بیدل اور غالب زیادہ اہم ہیں۔

خواجہ حافظ کے بعد علامہ اقبال سب سے زیادہ نظیری نیشا پوری سے متاثر نظر آتے ہیں۔ مرشد رومی کے آہنگ و ترنگ نے بھی علامہ کی غزل کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے اس کے بعد حضرت امیر خسرو کے اثرات قبول کیے ہیں کیونکہ موسیقیت اور سادگی امیر خسرو کی غزل کی جان ہیں۔

اگر ہم علامہ اقبال کی فارسی غزل کا گہرا مطالعہ کریں تو علامہ کی غزلوں میں بہت سے اشعار ایسے ملتے ہیں جن پر بڑے اور معروف شعراء کے اثرات ہیں۔ علامہ نے ان بڑے شعراء کی زمینوں اور قوافی میں غزلیں لکھی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ علامہ ان کے مقلد تھے۔ تقلید کا لفظ علامہ کی ڈکشنری میں نہیں۔ علامہ اقبال کی اپنی ایک انفرادیت ہے۔ علامہ نے جن غزلوں پر غزلیں کہیں ان میں سے بعض غزلیں ان کے مزاج کے قریب ہیں لیکن زیادہ تر ان کے مزاج سے دور ہیں۔ یہاں اگر تمام شعراء اور اقبال کی غزلیات سے ہم مثالیں پیش کرنا چاہیں تو بات بہت طویل ہو جائیگی۔ ہاں اس بحث کو ہم پروفیسر محمد منور کے الفاظ میں یوں سمیٹ سکتے ہیں:

> "اس طرح اجتماعیت میں گم رہ کر بھی انفرادیت کے تحفظ کا اصول اور تجربہ سامنے آجاتا ہے ہاں بطور استثنیٰ دو ایک غزلیں ایسی بھی نکل آئیں گی جو پوری کی پوری مولانا روم یا نظیری یا حافظ کی دیوان میں داخل کی جاسکتی ہیں مگر استثنے بہر حال استثنیٰ ہے ایسی غزلیں پیام مشرق میں ہیں زبور عجم میں رنگ اقبال نمایاں تر ہے علامہ اقبال قدیم بھی ہیں اور جدید بھی بلکہ ان کے نزدیک قدیم و جدید کی بحث ہی غلط ہے۔
>
> زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
> دلیل کم نظری قصہ جدید و قدیم"(۳)

اقبال کی طبیعت میں عصری علوم، عصری سیاست اور عصری نظریات و مذہبات نے کچھ ایسے اثرات و عوامل پیدا کر دیے جو ان کی شاعری پر اثر انداز ہوئے۔ علامہ مغربی تہذیب کے سخت ناقد تھے۔ غلام قوم کو جگانا اور ان کو حریت کی راہ پر لگانا علامہ کی شاعری کا سب سے بڑا مقصد تھا۔ وہ ادب برائے زندگی کے قائل تھے دراصل اقبال نے مسلمانوں کی مردہ خودی بیدار کرنے کی خاطر شعر کو صور اسرافیل بنالیا۔ اگرچہ علامہ کی فارسی غزل کلاسیکی ہے۔ مگر بعض خصوصیات کی بناپر یہ جدید بھی ہے۔ مختصر یہ کہ اقبال کی غزل کا ہر شعر ہر جگہ منفرد نظر آتا ہے۔ اقبال کے اشعار کسی دوسرے غزل گو استاد کے کلام میں ضم نہیں ہوسکتے۔ یہ غزلیں علامہ اقبال کے جگر پارے ہیں۔ اقبال کے اشعار میں یک رنگی و انفرادیت ہے۔ علامہ نے عصر حاضر کے گوناگوں مسائل و معاملات کو متغزلانہ انداز دے کر غزل کے دامنِ امکانات کو بہت وسیع کر دیا ہے۔

علامہ محمد اقبال فارسی کے عظیم غزل گو شعراء میں شامل ہو کر بعض خصائص کے باعث اپنی انفرادیت اور پہچان قائم رکھتے ہیں۔ علامہ اقبال نہ تو کسی شاعر کا ضمیمہ ہے اور نہ کسی سبک کے پابند ہیں ادب میں وقتاً فوقتاً مختلف تحریکیں اٹھتی ہیں کبھی ترقی پسند تحریک کبھی مارکسی تحریک، کہیں اصلاحی، کہیں رومانی اور کہیں علامت نگاری کی

تحریک۔اقبال کو کسی بھی تحریک سے وابستہ کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔کیونکہ وہ ان تحریکوں سے بہت بلند مقام پر فائز نظر آتے ہیں اور ان تحریکوں سے وابستہ مصنفین اقبال کے سامنے بونے نظر آتے ہیں۔

علامہ اقبال کی فارسی غزلیات میں سارے سبک موجود ہیں اور یہ سارے سبک مل کر ایک نیا سبک بن جاتے ہیں جسے سبک اقبال کہنا چاہیے۔ڈاکٹر اقبال کا سبک نہ تو ہندی ہے نہ خراسانی اور نہ عراقی بلکہ یہ خالص سبک اقبال کہلانا چاہیے۔

علامہ نے فارسی غزل میں نئے مطالب نئے نکات اور نئے نظریات قلمبند کیے ہیں جو اس سے پہلے فارسی زبان میں نہیں پائے جاتے۔علامہ اقبال کا ہی نیاپن ہے جو کلاسیکی انداز بیان کے باوجود انہیں منفرد اور الگ رکھتا ہے

سخن تازہ زدم کس بہ سخن واں نرسید

جلوہ خون گشت و نگاہے بہ تماشہ نرسید (۴)

زبور عجم کی غزلیات میں مولانا روم کا حصہ زیادہ نمایاں ہے اور پیام مشرق میں آہنگ حافظ و نظیری نسبتاً زیادہ ہے۔علامہ اقبال کی فارسی غزل گوئی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج علامہ ایرانیوں کا سب سے زیادہ پسندیدہ شاعر ہے حالانکہ ایرانی اہل زبان ہیں اور انہوں نے ہمیشہ سے سبک ہندی کے فارسی شعراء کو کبھی بھی سچے دل سے شعراء تسلیم نہیں کیے ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ غزل میں سب کچھ کہا جاسکتا ہے صرف کہنے والے کو کہنے کا ڈھنگ آنا چاہیے۔عام شعراء تو اپنی شاعرانہ عظمت تسلیم کروانے کے لیے دوسروں سے دادو صول کرتے ہیں اور شاعرانہ تعلی سے کام لیتے ہیں مگر اقبال کا شاعرانہ مقام بہت بلند ہے اقبال نے دوسروں سے داد وصول کرنے کیلئے غزل خوانی نہیں کی ہے۔بلکہ وہ جرمن شاعر گوئٹے کی طرح اپنی قوم کو غفلت کی نیند سے بیدار کرتے ہیں۔گوئٹے نے دیوان مشرقی و مغربی لکھا اور علامہ نے اس کے جواب میں پیام مشرق لکھی۔اقبال کی غزلوں کے مطالعے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شدید مقصدیت نے بھی ان کی غزلوں کی ساحری، فنکاری اور اثر انگیزی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہر فنکار کی ایک شناخت ہوتی ہے اقبال کی شناخت ایک مسلمان فنکار کی ہے۔ان کے نظریات، ان کا ذوق جدت اور جذبہ تسخیر مسلم قوم کے سلسلے میں ان کے احساس ذمہ داری کے جلوے ان کی فارسی غزل میں بالکل واضح ہیں۔

ایران میں اقبال شناسی کی روایت بہت قدیم ہے چنانچہ اقبال کی فارسی کلیات کی اشاعت کا اعزاز ایرانیوں ہی کو حاصل ہوا۔ایران کی اہم عمارتوں پر علامہ اقبال کی غزل کے اشعار کندہ ہیں۔

ڈاکٹر علی شریعتی نے علامہ اقبال کو حیات بخش خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے انہیں غزالی ثانی کا خطاب دیا تھا۔(۵)

ایران میں اقبال شناسی کی بنیاد سید محمد علی داعیٰ الاسلام کی کتاب اقبال و شعر فارسی ہے جو ۱۹۲۸ء میں طبع ہوئی۔ ایران میں ہر سال یوم اقبال منایا جاتا ہے۔ جس میں اس موقع پر علامہ کی غزلیات کے اشعار سے ایرانیوں کا خون گرمایا جاتا ہے ایران میں اقبال شناسی کے سلسلے میں سید محمد محیط طباطبائی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اقبال نے اپنی فارسی غزلوں میں ایران کی نوجوان نسل سے سے اپنی قلبی محبت کا اظہار کیا ہے زبور عجم کی ایک غزل سے اقتباس ملاخطہ ہو:

ے
چوں چراغ لالہ سوزم در خیابان شما
اے جوانان عجم جانِ من و جان شما
غوطہ ہا زد در ضمیر زندگی اندیشہ ام
تا بدست آوردہ ام افکار پنہان شما(۶)

ایران میں اقبال کی فارسی شاعری خصوصاً ان کی فارسی غزل گوئی پر جو توجہ دی گئی ہے۔ اتنی توجہ ہمارے ہاں اقبال کی اردو غزل گوئی پر بھی نہیں دی گئی ہے۔ مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اقبال کی شاعری کا اہم فلسفہ خودی ہے۔ علامہ نے تیس سال سے زیادہ عرصے تک اس فلسفے کی نئے نئے اسالیب بیان کے ساتھ ترجمانی کی یہ فلسفہ مکمل صورت میں فارسی میں ہی ملتا ہے۔ اقبال کی فارسی غزل کی سب سے بڑی خصوصیت ان کا تغزل ہے۔ غزل میں ان کے سارے پسندیدہ موضوعات موجود ہیں ان میں غزل کے عام مضامین یعنی تغزل، بہاریہ اور عشقیہ باتیں ہی نہیں فکر اقبال کے جستہ جستہ سارے مضامین ہیں۔

اقبال ہمیشہ زبور عجم پر فخر کرتے تھے: زبور عجم کا مطلب یہ ہے کہ ایک عجمی زبان فارسی میں نغمات۔ کتاب کے نام کی مناسب سے علامہ نے ایک دعائیہ شعر لکھا ہے:

ے
خاکم بہ نور نغمہ داود بر فروز
ہر ذرہ مرا پر و بال شرر بدہ(۷)

یعنی خدایا میرے خاک کو نغمہ داود کے نور سے حنور کر دے اور میرے ہر ذرے کو چنگاری کا پر اور بازو مہیا کر دے حالانکہ اس سے پہلے پیام مشرق کی ایک غزل کے شعر میں علامہ نے فرمایا تھا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے:

ہندوستان کی سرزمین میں زندگی کی آواز بے اثر ہے کیونکہ نغمہ داوٗد سے مردہ زندہ نہیں ہوئے یہاں نغمہ داود سے مراد علامہ اقبال کی اپنی شاعری ہے۔ لیکن اقبال نے غزل کی مدد سے بھی اپنی مردہ قوم کو زندہ کرنے کی بڑی کامیاب کوشش کی۔

زبور عجم کی غزلیات پیام مشرق کی غزلیات سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں بلکہ زبور عجم کی غزلیات فارسی غزل کا نقطہ کمال ہے۔ ان غزلیات کا پرتو بال جبریل کی اردو غزلیات میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

بعض خیالات بھی دونوں زبانوں میں ایک طرح سے ادا ہوئے ہیں۔

فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را[۸]

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر
ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر[۹]

زبور عجم کی غزلیات ہر قسم کے مریضانہ رجحانات سے پاک ہیں۔ زبور عجم کی غزلیات میں اقبال کے مخصوص رنگ فقر کی چھاپ اور اس لئے کا اثر ان کی فارسی غزلوں پر سر تا سر نظر آتا ہے۔ اس اعتبار سے علامہ اقبال بھی حافظ شیرازی کی طرح صوفی ہیں کیونکہ صوفی اسرار کی تہہ تک پہنچنا چاہتے ہیں لیکن غزل گو شعراء کے تصوف کے عام اسلوب سے علامہ اقبال کا اسلوب بالکل جدا تھا۔ رمز و ایمائیت غزل کی جان ہے بلکہ یہ غزل کی روح ہے۔

فقر علامہ اقبال کا فارسی اور اردو شاعری میں ایک محبوب لفظ ہے لیکن علامہ کو خانقاہی فقر کے بجائے شاہینوں کا فقر بہت زیادہ پسند آتا تھا۔ تو گویا علامہ کا فقر وہ فقر نہیں جو خانقاہوں میں ریاضت سے حاصل کیا جاتا ہے بلکہ ذوقِ تسخیر فطرت کی محویت کا فیض ہے یہ فقر ذوقِ جستجو کا دوسرا نام ہے اور یہ جذبہ تسخیر کے فیض کا دوسرا نام ہے اس فقر سے مزاج میں یکسوئی در آتی ہے جو انسان کو دنیاداری کے ہر رنگ سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ جتنے مقاصد بلند ہوتے ہیں نظر بھی اتنی ہی بلند ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی شان بے نیازی کا پرتو پڑنے لگتا ہے علامہ کا فقر سخت کوشی بے نیازی خودنگری اور جہان بینی کا دوسرا نام ہے۔

فقر را نیز جہان بان و جہانگیر کنند
کہ بایں راہ تیغ نگاہ، بخشند[۱۰]

یہ اشعار مشتے از خروارے ہیں۔ بظاہر تو یہ مضامین غزل کے کہاں ہیں۔ یہ تو واعظ و خطیب کے مضامین ہیں مگر اقبال نے اعجاز فن سے اس کو غزل کا محبوب موضوع بنالیا۔ اس بحث کو سمیٹتے ہوئے پروفیسر محمد منور کی تحریر سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

"جب قاری اقبال کے اظہارات کا توجہ سے مطالعہ کرے گا تو خود کو اس امر کی شناخت پر بخوبی قادر پائے گا کہ عام الفاظ اور عام دلالتوں کے پیچھے اُن کے کیا کیا مخصوص مطالب جلوہ گر ہیں چنانچہ قاری ایک حیرتناک تازگی و رعنائی کے ساتھ ساتھ اظہار کی مبہوت

کن گہرائی اور گرائی ملاحظہ کرے گا۔ وہ اپنے آپ کو فکر و احساس کی ایک نئی دنیا میں پائے گا وہ دنیا جس میں امید و آرزو اور عظیم سعی و جستجو کا ارتعاش ہے۔ وہ دنیا جس میں ایک ایسے عظیم مفکر کی بصیرت جلوہ بار ہے جس نے دکھوں سے بھرپور اور تہ و بالا ایام میں آنے والے نئے دور کی سحر کا نظارہ کر لیا تھا۔"(۱۱)

علامہ اقبال کی اردو غزل گوئی:

علامہ محمد اقبال کی اردو غزلیات کو نقادوں نے چار ادوار میں تقسیم کیا ہے

بانگ درا میں علامہ نے غزل کے تین دور متعین کیے ہیں اقبال کی غزل کا پہلا دور آغاز سے ۱۹۰۵ء تک کا دور ہے۔ اس دور میں موضوعات کے اعتبار سے اقبال کی غزل روایتی غزل ہے۔ مختصر یہ کہ پہلے دور تک غزل میں اقبال کا کوئی واضح انداز نظر متعین نہیں ہوا تھا۔

اقبال کی غزلیات کا دوسرا دور قیام یورپ یعنی ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء کا زمانہ ہے اسی دور کی غزلوں میں اقبال ایک پیام بر شاعر کی حیثیت سے ہمارے سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

اقبال کی اردو غزل گوئی کا تیسرا دور یورپ سے واپسی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس دور کی غزل میں مضامین کے اعتبار سے اقبال کی انفرادیت نمایاں نظر آتی ہے۔ بال جبریل کی غزلیات کا تعلق علامہ کے چوتھے دور کی غزلیات سے ہے۔ بال جبریل ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی جبکہ بانگِ درا ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس وقت تک علامہ اقبال کی فکری حیثیت متعین ہو چکی تھی۔ اب علامہ اپنی فکر کے مخصوص نتائج تک پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا اب بات کہنے کے انداز میں اعتماد کے ساتھ ساتھ ایک طرح کا جوش اور سرمستی بھی تھی۔ علامہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

ے نغمہ ہے بلبل شوریدہ تیرا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی (۱۲)

یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ابھی اس کی شاعری خصوصاً اردو غزل میں پختگی نہیں آئی تھی۔ یہ شعر انہوں نے بانگ درا مرتب کرنے کے دور میں لکھا تھا مگر بال جبریل کو مرتب کرتے وقت اقبال نے بڑے اعتماد کے ساتھ فرمایا

ے پیر حرم نے کہا سن کے مری روئیداد
پختہ ہے تیری فغاں، اب نہ اسے دل میں تھام (۱۳)

اقبال کی غزلوں کے مختلف ادوار ان ادوار کے مضامین اور اسالیب کی تفصیلی وضاحت کے لیے یہاں گنجائش کم ہے البتہ یہاں غزلیات اقبال اردو کی چیدہ چیدہ خصوصیات بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت علامہ کی غزل کی سب سے اہم خوبی اردو غزل کی زبان کا نیا پن ہے۔ اقبال کی اردو غزل کے مضامین متنوع ہیں علامہ نے پہلی بار غزل میں قوموں کے عروج و زوال تاریخ اسلام، قرانی تعلیمات، بین الاقوامی مسائل اور مشرق و مغرب کے مزاج کو غزل کا موضوع بنایا۔ اقبال کی زبان اور موضوعات ایسے تھے جن کا اردو غزل سے کوئی رشتہ نہ تھا علامہ کا اعجاز اور کمال یہ ہے کہ اس کے باوجود ان کی غزلوں میں تاثیر، شیرینی، تغزل اور شعریت جیسی وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جنہیں ایک اچھی غزل کے لوازمات کہا جاتا ہے۔

اقبال کی اردو غزل کی دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کی غزل کا لہجہ توانا ہے۔ اقبال کے لہجے میں اردو کے دیگر غزل گو شعراء کی طرح مایوسی، افسردگی اور مریضانہ رجحانات نہیں ہیں۔ اقبال کا لہجہ امید افزا ہے لہجے کی اس مثبت تبدیلی سے بھی اردو غزل ایک نئے رنگ سے آشنا ہوئی۔

غزلیات اقبال کی تیسری خصوصیت ترنم اور موسیقی ہے، علامہ بڑے قادر الکلام شاعر تھے انھوں نے اردو غزل میں ایسی بحریں اختیار کیں اور جن میں ایسے قافیے انتخاب کیے ہیں کہ ان کے اشعار میں ترنم اور موسیقی کی خوبی پیدا ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر:

ے
میرے خاک و خوں سے تو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا
صلہ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ (۱۴)

اقبال کی اردو غزل کی چوتھی اور بڑی اہم خوبی ان کے کلام کا سوز و گداز سے لبریز ہونا ہے۔ علامہ کو حضور پاک کی ذات اور مسلمانوں قوم سے سچا عشق تھا۔ اس لگن نے تڑپ کی صورت اختیار کی اور ان کے ہاں اشعار ایک طرح سے درد کے پیکر میں ڈھل گئے ہیں۔

ے
امین راز ہے مردان حر کی درویشی
کہ جبریل سے ہے اس کو نسبیت خویشی
نگاہ گرم کہ شیروں کے جس سے ہوش اڑ جائیں
نہ آہ سرد کہ ہے گوسفندی و میشی (۱۵)

اقبال کی اردو غزل کی ایک اور بڑی خوبی فارسی تراکیب سازی اور ان کا خوبصورت استعمال ہے۔ علامہ نے فارسی تراکیب کے استعمال سے اردو غزل کی دلکش، اثر آفرینی اور روانی میں اضافہ کیا۔

خوبصورت تشبیہات کا استعمال اقبال کی غزل کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔ یقیناً اقبال کی غزل میں تشبیہات اور استعارات کو غزل کا زیور بنایا ہے۔ حالانکہ علامہ نے تشبیہات و استعارات کا استعمال خوبصورتی کی غرض سے نہیں کیا ہے بلکہ تشریح اور توضیح کے لیے کیا ہے۔

ے وہ آنکھ کہ ہے سرمہ افرنگ سے روشن

پر کار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے (۱۶)

تغزل اقبال کی غزل کی بڑی نمایاں خوبی ہے تغزل کا رنگ علامہ کی تمام منظومات اور غزلیات میں پائی جاتی ہے مگر بالِ جبریل کی غزلیں تغزل کے حوالے سے بے نظیر ہیں

ے گیسوے تابدار کو اور بھی تابدار کر

ہوش و خرد شکار کر قلب و نظر شکار کر (۱۷)

ایک اور خوبی اقبال کی فلسفیانہ اور شاعرانہ حیثیت ہے جس کی وجہ سے ان کی غزل میں فکر کی گہرائی اور تخیل کی بلندی جیسی خصوصیات پیدا ہوئی ہیں۔

اقبال کی جملہ غزلوں میں یہ مندرجہ بالا خصوصیات بدرجہ ءاتم پائی جاتی ہیں بلکہ بالِ جبریل کی غزلوں میں یہ خصوصیات اور بھی بہت زیادہ ہیں بالِ جبریل کی غزلوں میں روانی ہے سلاست ہے خوشی وطنز، شگفتہ اسلوب بیان اور فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے۔

ایجاز واختصار کلام اقبال کا اعجاز ہے جب اقبال کی اردو غزلیات کا جائزہ علم عروض کی روشنی میں لیا جاتا ہے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے بائیس کے قریب اوزان استعمال کیے ہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کونسی بات کس بحر میں کرنی چاہیے، اس حوالے سے ڈاکٹر سعد اللہ کلیم لکھتے ہیں:

> "اقبال بحروں کے مزاج اور اوزان کی مخصوص خاصیتوں کا گہرا شعور رکھتے تھے۔ اور اسی شعور کے باعث انہوں نے اپنے مزاج اور فکر کی مناسبت سے بحروں کا انتخاب کیا علامہ نے غزل کے لیے بلعموم بلند آہنگ اوزان برتے ہیں جن سے ان کی غزل کو جوش وجذبہ اور جلال و شکوہ کا وہ لحن عطا ہوا جس کی مثال پوری اردو شاعری میں نہیں ملتی۔ بانگ درا، بالِ جبریل اور ضرب کلیم کی ایک سودس غزلوں میں بیس اوزان برتے گئے ہیں ان اوزان میں سے بعض ایسے ہیں۔ جن میں صرف ایک غزل ملتی ہے اور بعض میں دو یا تین "(۱۸)

علامہ اقبال کی چند غزلیں بانگ درا اور ضرب کلیم میں ہیں۔ مگر اقبال کی اہم غزلیات بالِ جبریل میں ہیں۔ بال جبریل جنوری ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی- اس میں وہ کلام شامل ہے جو علامہ نے بانگ درا کی تکمیل سے بالِ جبریل کی اشاعت تک لکھا تھا۔ اقبال کا یہ شعری مجموعہ اس لیے بہت اہم ہے کہ ان کے فارسی کلام میں جو کچھ صراحت سے بیان ہوا ہے وہی کچھ بالِ جبریل میں اشارتاً آگیا ہے۔ بالِ جبریل کا پہلا حصہ غزلیات پر مشتمل ہے۔ فن کے اعتبار سے

غزلیات بالِ جبریل کا یہ حصہ بے حد اہم ہے۔ جہاں تک افکار و خیالات کا تعلق ہے ان غزلوں میں وہی کچھ کہا گیا ہے جو ان کی فارسی غزلیات میں ہے ۔ البتہ اس کتاب میں غزل گوئی کے جو تجربے کئے گئے ہیں وہ فن شعر کے اعتبار سے معجزے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حصہ غزل میں پہلی سولہ غزلیں بقیہ غزلوں سے الگ درج کی گئی ہیں اس کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ زیادہ تر مابعد الطبیعاتی موضوعات پر محیط ہیں یعنی خدا، کائنات اور انسان کے تعلق کو واضح کرتی ہیں۔ اس کے بعض اشعار خاصے دقیق ہیں مثلاً

میری نوائے شوق سے شور حریم ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بتکدہ صفات میں [۱۹]

اس کے بعد حکیم سنائی جو فارسی کے ایک اہم شاعر بھی اور جن کی پیروی مولانا روم نے کی کی زمین میں ایک قصیدہ نما غزل ہے اور پھر غزلیات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ان غزلیات میں وہ تمام موضوعات اشارے، کنائے ،علامات صراحت کے ساتھ آئے ہیں جو ان سے پہلے بھی اقبال کے فارسی اور اردو کلام میں موجود ہیں ۔ مگر جن موضوعات کا ذکر بہت کثرت سے آتا ہے وہ یہ ہیں۔ خودی، عشق، کشمکش حیات، فقر، وجدان اور عقل کا تقابل، اصل اسلام سے اخراج جو مسلمانوں نے غیر مذہیب سے لے کر اسلام میں داخل کر لیے ہیں۔ صوفی وملا کی بے عملی، مغرب کے مشرق پر ہلاکت خیز اثرات، مغربی تعلیم کے نقصانات وغیرہ کو بھی بار بار بڑے زور و شور سے زور دار اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔ بال جبریل کی غزلیات کے حوالے سے ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا لکھتے ہیں:

"بال جبریل کی غزلیات اردوو غزل کی پوری تاریخ میں ایک نئی آواز ہیں ان کے انداز بیان میں ایسی ایسی جدتیں ہیں جو ان سے پہلے کی غزلیات میں نہیں ہیں۔ ان کا ذخیرہ الفاظ نیا ہے ان کی تشبیہات ، استعارے اور تصویریں نئی ہیں ان کی زمینیں نئی میں سینکڑوں نئی تراکیب ہیں اور جو خیالات پیش کئے گئے ہیں وہ بھی اس سے پہلے غزل میں بیان نہیں ہوئے تھے۔ گویا علامہ اقبال نے غزل کا باطن بھی تبدیل کر دیا ہے اور ظاہر بھی تبدیل کر دیا ہے یہ اردو صنف غزل میں بہت بڑا تجربہ ہے اس تجربے نے جدید غزل گو شعراء کو بہت متاثر کیا ہے جدید اردو غزل میں تجربات کی جو افراط نظر آتی ہے ان کا بلواسطہ یا بلاواسطہ سلسلہ بالِ جبریل کی غزلیات تک جاتا ہے یہ غزلیات اپنی نکتہ آفرینی اور اندازِ بیان کی دلکشی کی وجہ سے بہت متاثر کرتی ہیں"[۲۰]

حوالہ جات

1۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، زبور عجم از ڈاکٹر اقبال احمد خان، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۰۰ء ص ۱۱۲

2۔ علامہ اقبال پیام مشرق تسہیل از احمد جاوید، اقبال اکادمی، لاہور ۱۹۹۲ء، ص ۵۸۱

3۔ مرزا محمد منور، اقبال کی فارسی غزل، ملٹری پریس، کراچی، ۱۹۷۷ء، ص ۱۱۳

4۔ زبور عجم، تسہیل از ڈاکٹر اقبال احمد خان، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۳۰۹

5۔ یادنامہ اقبال، مرتبہ خانہ فرہنگ ایران، لاہور، صف ۱۳۵

6۔ علامہ اقبال زبور عجم تسہیل از ڈاکٹر اقبال احمد خان ص ۲۹

7۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر (شارح) شرح زبور عجم از علامہ محمد اقبال، مکتبہ تعمیر انسانیت غزنی اسٹریٹ، لاہور، ص ۲۱

8۔ زبور عجم، تسہیل از ڈاکٹر اقبال احمد خان، ص ۱۷۷

9۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، نومی پبلیکیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۶۸ راولپنڈی، س ن، ص ۱۰

10۔ زبور عجم، تسہیل از ڈاکٹر اقبال احمد خان، ص ۱۴۰

11۔ مرزا محمد منور، اقبال کی فارسی غزل گوئی، ص ۱۷۲

12۔ علامہ اقبال، بانگ درا حصہ سوم، ص ۳۰۸

13۔ علامہ اقبال، بال جبریل، ص ۶۰

14۔ ایضاً، ص ۱۸

15۔ ایضاً، ص ۳۱

16۔ ایضاً، ص ۳۵

17۔ ایضاً، ص ۱۰

18۔ سعد اللہ کلیم، ڈاکٹر، اردو غزل کی تہذیبی و فکری بنیادیں، الوقار پبلیکیشنز، لاہور جلد دوم ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۴۶

19۔ علامہ اقبال، بال جبریل، ص ۱

20۔ خواجہ محمد، ڈاکٹر ذکریا، اقبالیات کورس بی۔اے، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ص ۷۹

References in Roman Script:

1. Allama Iqbal Zaboor-e-Ajam Az Dr. Iqbal Ahmad Khan , Iqbal Academy Lahoore 2000 Page 112
2. Allama Iqbal piyam-e-mashriq tasheel az ahmad javed Iqbal academy Pakistan Lahore 1992 page 581.

3. Mirza Muhammad munawar, allama Iqbal ki farsi ghazal military press Karachi 1977 page 113
4. Zaboor-e-ajam tasheel az Dr.Iqbal ahmad Khan Iqbal Academy Lahoore 2000 page 309
5. Yadnama Iqbal martaba khana farhang iran Lahore page 135
6. Allama Iqbal zaboor-e-ajam tasheel az Dr.Iqbal ahmad khan page 29
7. Allam Iqbal zaboor-e-ajam sharah professor saleem chushti maktaba tameer ensaniyat ghazni street urdu bazar Lahore seen noon page 21.
8. Zaboor-e-ajam tasheel az Dr. Iqbal ahmad khan page 177
9. Allama Muhammad Iqbal, Bal-e-Jibreel , Nomi publications Rawalpindi seen noon page 10
10. Zaboor-e-ajam tasheel az Dr. Iqbal ahmad khan page140
11. Mirza Muhammad munawar Iqbal ki farsi ghazal goee page 172
12. Allama Iqbal bang-e-dara hessa som page 308
13. Allama Iqbal, Bal-e-jibreel Nomi publications Rawalpindi seen noon, page 60
14. Ibid, page 18
15. Ibid, Page 31
16. Ibid, Page 35
17. Ibid, Page 10
18. Dr. saadullah kaleem ghazal ki tehzebi-o-fekri bunyaden, al-waqar publications Lahore jald dom 2005 page 1146
19. Allama Iqbal, Bal-e-jibreel page 1
20. Dr. Khwaja Muhammad zikriya, iqbaliyat B.A course, AIOU Islamabad page 79